© rasailojaraid.com

اسلام ــــ مکمل انسانی مساوات کا علمبردار

جناب سیّد اسعد گیلانی صاحب

حضور اکرمؐ کے برپا کردہ اسلامی انقلاب نے تمام انسانوں کو ایک سطح پر لا کر کھڑا کر دیا اور وہ سطح تھی انسانیت کی سطح - ابن آدم ہونے کی حیثیت سے آدمی کی سطح اور خدا کا بندہ ہونے کی حیثیت سے بندگی کی سطح ــ یہ وہ مساوی اور برابر کی سطح تھی جس پر اس سے پہلے سارے انسانوں کو کبھی کھڑا نہیں کیا گیا تھا ــ حضورؐ کے انقلاب کا یہ حیرت انگیز معاشرتی اور انسانی پہلو تھا - پہلی بار آدمؑ کے بیٹوں کو مساوی انسانی حقوق ملے تھے -

جب سے انسان زمین پر آیا تھا ، اُس نے اپنی امتیازی شان بنانے کے لیے بیسیوں وجوہِ امتیاز پیدا کر لیے تھے - سارے انسانوں کے پاس یکساں اعضاءِ انسانی تھے - اُن کی عمومی قوتیں اور ذہنی صلاحیتیں بھی برابر سی تھیں - عام حالات میں جس طرح کسی بکری کو دوسری بکریوں پر اور کسی شیر کو دوسرے شیروں پر فضیلت دینے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہو سکتی اسی طرح انسانوں میں بھی ایک انسان کو دوسرے انسان پر ترجیح و فضیلت کی بظاہر کوئی وجہ نہ ہو سکتی تھی - لیکن اشرف المخلوقات انسان نے جہاں اور بہت سی پستیاں اپنے اندر قبول کیں اُن میں ایک یہ بھی تھی کہ وہ بتدریج ایک دوسرے کے مقابلے میں بلندی و پستی ، فضیلت و عدم فضیلت اور امتیازاتِ اعلیٰ و ادنیٰ کا شکار ہوتا چلا گیا - یہاں تک کہ بعض انسان دوسرے انسانوں کے مقابلے میں اپنی خدائی کے دعوے کرنے لگے - ذرا سی اجتماعی قوت و اقتدار نصیب ہوا اور ذرا سا حکم چلنے کا امکان پیدا ہوا تو انسان اپنے بارے میں اس غلط فہمی میں پڑ گیا کہ وہ عام انسانوں سے فائق تر کوئی بڑی چیز تھا - وہ محسوس کرنے لگا کہ دوسرے انسان اُس کے مقابلے میں بہت پستی اور ذلت کے مقام پر کھڑے ہیں - پھر دوسرے انسانوں نے بھی اُسے یقین دلایا کہ واقعی اس میں ایسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خوبیاں موجود ہیں کہ دوسروں کے مقابلے میں اسے اشرف و اعلیٰ و ارفع قرار دیا جائے۔

بتدریج اس شرف و رفعت کے لیے کئی پیمانے وضع ہوتے چلے گئے۔ خاندانی نسب کا شرف، نسل و خون کی رفعت، رنگ کی خوبی، تعلیم کی بلندی، عہدہ و منصب کا امتیاز اور ان امتیازات کے نتیجے میں لگا کہ انسان نے بادشاہی ہو یا پیشہ اپنے آپ کو دوسروں سے بلند ثابت کرنے کی ہمیشہ کوشش کی۔ یہ جاہلی جذبہ اس قدر قوی نکلا کہ انسان میں اوّل روز سے اس کے ساتھ ساتھ چلا آتا ہے اور جو بات ابلیس آدم کے مقابلے میں کہہ کر مستقل راندہ گیا تھا۔ وہی بات انسان اپنے ہی بھائی بندوں کے مقابلے میں مختلف پیمانوں سے کہتا رہتا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ توقع بھی رکھتا ہے کہ اس کی فضیلت کو تسلیم کیا جائے۔ اپنی فضیلت کا ایسا ہی جھگڑا ابلیس نے بھی اپنے رب سے کیا تھا۔

ظاہر ہے کہ ہر اجتماعیت میں فرد کے لیے ایک معیارِ فضیلت ہوتا ہے جس کو اختیار کر کے کوئی فرد شرف حاصل کرتا اور ترک کر کے ذلت سے دوچار ہوتا ہے۔ عالمگیر سچائیاں بلاشبہ سب کے لیے اعزاز کا مشترک سرمایہ ہوتی ہیں۔ لیکن اس معاملہ میں بھی اسلام اور کفر کے تصورات شرف و اعزاز اور معیارِ فضیلت میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور یہ فرق الٰہی ہدایات سے فیض یاب ہونے یا ان ہدایات سے محروم ہونے کا فرق ہے۔ کفر اور جاہلیت نے فضیلت کے بے شمار معیار مختلف ادوار اور مختلف معاشروں میں قائم کیے، لیکن اسلام فضیلت کے ان لاتعداد معیاروں کے ڈھیر پر ایک قلم خطِ تنسیخ کھینچ دیتا ہے اور وہ اپنا ایک نرالا فلسفۂ فضیلت اور نرالا ہی معیارِ بزرگی رکھتا ہے۔ وہ تمام پیچ در پیچ اور فضیلت کے جاہلی پیمانوں کو توڑ کر اپنا الگ پیمانہ پیش کرتا ہے۔ وہ عین اس عالمِ وجود کے وسط میں حیاتِ انسانی کے سینے پر اپنا میزانِ فضیلت ان الفاظ میں گاڑ دیتا ہے۔

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ

(تم میں سب سے معزز وہی ہے جو سب سے بڑھ کر اللہ سے ڈرنے والا ہے)

یہ ایک الٰہی تصورِ فضیلت اور معیارِ بزرگی ہے۔

حضورؐ نے فرمایا:

"پرہیزگاری کے سوا اور کسی چیز کی بنا پر ایک شخص کو دوسرے شخص پر فضیلت نہیں ہے۔ سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فرمایا:

"نہ کسی عربی کو عجمی پر فضیلت ہے اور نہ عجمی کو عربی پر، تم سب آدم کی اولاد ہو"

فتح مکہ کے موقع پر فرمایا:

"سن رکھو کہ فخر و ناز کا ہر سرمایہ، خون اور مال کا ہر دعویٰ آج میرے اِن قدموں کے نیچے ہے"۔

پھر فرمایا:

"اے لوگو! تم سب آدم کی اولاد ہو، اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ نسب کے لیے کوئی فخر نہیں ہے، عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر کوئی فخر نہیں ہے، تم میں سب سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے"۔

حضورؐ کے پیش کردہ اسلامی نظامِ حیات نے فضیلت کے تمام غیر الٰہی نظریات کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔ نسل کے بت پر اس نے یہ کہہ کر ضرب لگائی۔

خلقكم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالاً كثيراً ونساءً (النساء)

"خدا نے تم کو ایک ہی جان سے پیدا کیا۔ پھر اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مردوں اور عورتوں کو دنیا میں پھیلا دیا"۔

مزید ارشاد ہوا:۔

"اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو گروہ اور قبائل بنا دیا، تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، درحقیقت تم میں سب سے معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے"۔ (سورہ الحجرات)

حضورؐ نے فرمایا:

"جس نے عصبیت پر جان دی، وہ ہم میں سے نہیں، جس نے عصبیت کی طرف بلایا وہ ہم میں سے نہیں، جس نے عصبیت پر جنگ کی وہ ہم میں سے نہیں"۔

مزید فرمایا:۔

"وہ شخص ہم میں سے نہیں جو لوگوں کو عصبیت کی طرف بلاتا ہے"۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غرض بحیثیت انسان اور آدم کی اولاد ہونے کے اسلام میں کسی شخص کو کسی دوسرے شخص پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ اسلامی معاشرے میں انسان کے بنیادی حقوق سب کے لیے مساوی اور برابر ہیں۔ اسلامی نظام میں کسی کے بچوں کو اس لیے بہترین تعلیمی اور رہائشی سہولتیں میسر نہیں آسکتیں کہ وہ بچے امیر المومنین کے بچے ہیں۔ اور کسی کے بچے صرف اس لیے گلیوں میں خاک چھانتے نہیں پھر سکتے کہ وہ کسی غریب کی اولاد ہیں۔ اسلام میں ہر فرد کو پورا پورا حق حاصل ہے کہ وہ تمام امتیازات سے قطع نظر اپنا انسانی حصہ وصول کرے اور اپنے طبعی جسم کو برقرار رکھنے کے لیے اپنی ضروریات کو حاصل کرے۔ ریاست کے قانون میں دونوں کی حیثیت یکساں ہے۔

خاندان اور قوم کے فخر کے غباروں میں سے بھی اسلام نے ہوا نکال دی۔ حضورؐ نے فرمایا:

"اے عبدالمطلب کی اولاد اپنے نفسوں کو آگ سے چھڑاؤ، کیونکہ میرا رشتہ تم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔" پھر فرمایا "اے محمدؐ کی بیٹی فاطمہ دوزخ سے چھٹکارا پانے کی کوشش کر، کیونکہ میرا رشتہ تجھ کو خدا کے ہاں مفید نہیں ہو سکتا۔"

حضورؐ کے برپا کردہ اسلامی انقلاب کے پیش نظر صالح افراد کو چن چن کر اوپر لانا ضروری تھا، تاکہ وہ دنیا میں اصلاح کریں۔ اور امن قائم کریں، انسانوں کو انسانیت کا سبق دیں۔ تقویٰ کے اس معیار پر اگر حبشی بھی پورا اترتا تھا تو وہی اوپر آنے کا حقدار قرار پاتا۔ حضورؐ نے فرمایا:

"سنو، اگر تم پر نکٹا حبشی بھی امیر بنا دیا جائے اور وہ کتاب اللہ کے مطابق تمہیں چلائے تو اس کی بات ماننا اور اطاعت کرنا۔"

حضورؐ نے کسی فاجر کی قیادت قبول کرنے سے بھی منع فرما دیا:

"کوئی اجڈ گنوار کسی مہاجر کا امام نہ بنے اور نہ کوئی فاجر شخص کسی پارسا مومن کا۔"

قرآن میں فرمایا گیا:

لا تتخذوا اٰباءکم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولهم منکم فاولٰئك هم الظٰلمون

"اپنے باپوں اور بھائیوں کو بھی دوست اور محبوب نہ رکھو، اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر کو محبوب رکھیں اور تم میں سے جو کوئی ان کو محبوب رکھے گا وہ ظالموں میں شمار ہوگا۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فرمایا گیا .....

"سو اپنے عہد کو پورا کریں اور اللہ تعالیٰ سے ڈریں تو اللہ ڈرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔" مالک کا حکم ہوا "اے محمدؐ کہو کہ میری نماز اور میرے تمام مراسم عبودیت، میرا مرنا، میرا جینا سب کچھ اللہ کے لیے ہے اور سب سے پہلے میں اُس کی اطاعت میں سر تسلیم خم کرتا ہوں۔"

آقا نے فرمایا .....

"اللہ سے ڈرو اور یاد رکھو کہ تمہیں اُس سے ملنا ہے۔" (سورۂ بقرہ)

اللہ سے ڈرو وہ جلد حساب چکانے والا ہے۔" (سورہ مائدہ)

حضورؐ کی معرفت ملنے والے یہ احکام انسان کو اُس کے معیارِ فضیلت کی طرف بلاتے ہیں۔ چنانچہ اس معیار سے ہٹ کر اگر کوئی یہ سمجھے بیٹھا تھا کہ وہ فلاں خاندان سے تعلق رکھتا ہے اس لیے اُسے جہنم کی آگ نہ چھوئے گی یا فلاں بزرگ سے اُس کا رشتہ ہے اس لیے وہ اسے چھڑا لیں گے تو اس قسم کا فالج زدہ تقویٰ شاید ہی خدا کی میزانِ عدل میں کوئی وزن پا سکے۔ اصل تقویٰ تو یہی ہے کہ انسان کی زندگی کا اندر اور باہر ان حدود کے اندر رہے جو خدا اور اس کے رسول نے مقرر فرما دی ہیں۔ اور ایسا ہی تقویٰ حضورؐ نے اپنے صحابہؓ کو سکھایا تھا۔

چنانچہ ایک بار حضرت عمرؓ نے حضرت ابی بن کعب سے تقویٰ کا مفہوم پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: امیر المومنین آپ کسی ایسے راستے سے گذرے ہیں جس کے دونوں طرف خاردار جھاڑیاں ہوں؟"

حضرت عمرؓ نے فرمایا: "ہاں"

حضرت ابیؓ نے پوچھا "آپ وہاں سے کیسے گذرتے ہیں؟

حضرت عمرؓ نے فرمایا: "دامن کو سمیٹ کر اور بچا کر گزر جاتا ہوں۔

حضرت ابی نے فرمایا: "یہی تقویٰ ہے۔"

گویا تقویٰ یہ ہے کہ انسان خدا کے احکام کی خلاف ورزی سے بچ بچ کر حدودِ شریعت کے اندر رہتا ہوا زندگی گزارے۔ اس طرح اسلام نے فضیلت و بزرگی کے تمام جاہلی پیمانوں کو توڑ پھوڑ دیا۔ اور اپنے نئے معیارِ فضیلت پر جو سوسائٹی تعمیر کی اس میں ایران کے سلمان بھی تھے جو اپنے آپ کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان اسلام کہتے تھے اور جن کے متعلق حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ سلمان ہم اہل بیت میں سے ہیں ۔ ان میں باذانؓ بھی تھے جن کا نسب شاہانِ ایران سے جا ملتا تھا ۔ ان میں حبشہ کے بلالؓ بھی تھے جن کے متعلق حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ :

" بلال ہمارے آقا کے غلام اور ہمارے آقا ہیں ۔"

ان میں روم کے صہیبؓ بھی تھے جنہیں حضرت عمرؓ نے اپنی جگہ امامت کے لیے کھڑا کیا تھا ۔ ان میں حضرت ابو حذیفہؓ کے غلام حضرت سالمؓ بھی تھے جن کے متعلق حضرت عمرؓ نے اپنے انتقال کے وقت فرمایا تھا کہ :

" آج وہ زندہ ہوتے تو میں انہیں خلافت کے لیے نامزد کرتا ۔"

ان میں زید بن حارثہ ایک غلام بھی موجود تھے جنہیں رسول کریمؐ نے ایسے لشکر کا سردار بنایا تھا ، جس میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ جیسے صحابہ بھی موجود تھے جن کے متعلق حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے سے فرمایا تھا کہ :

" اسامہ تجھ سے اور اس کا باپ تیرے باپ سے افضل ہے ۔"

فتح مکہ کے موقع پر خود قریش نے قریش پر غلبہ حاصل کیا تھا اور ایک اعلیٰ تر مقصد کے لیے خود اپنوں کو مغلوب کیا تھا ۔

ایک غزوہ میں عبداللہ بن ابی مشہور منافق نے کہا " بخدا مدینہ پہنچ کر جو ہم میں عزت والا ہوگا ، وہ ذلت والے کو نکال باہر کرے گا ۔" اور جب اس بات کی خبر اس کے لڑکے حضرت عبداللہؓ کو ہوئی تو انہوں نے مدینہ پہنچ کر باپ کا راستہ روک لیا اور تلوار سونت کر کہا کہ :

" تو مدینہ میں نہیں گھس سکتا جب تک رسول اللہؐ اجازت نہ دیں تو کہتا ہے کہ جو عزت والا ہے وہ ذلت والے کو نکال باہر کرے گا تو تجھے معلوم ہو کہ عزت صرف اللہ اور اس کے رسولؐ کے لیے ہے ۔"

حضورؐ کے حکم پر ہی انہوں نے اپنے باپ کو شہر میں داخل ہونے دیا ۔

ایک موقع پر جب کہ حضورؐ قریش کے کچھ سرداروں کو دعوتِ اسلام دے رہے تھے اور اس مجلس میں ابوجہل ، عتبہ اور شیبہ جیسے اکابر قریش بھی تھے کہ حضرت ابن مکتوم نابینا صحابی تشریف لائے اور حاضرین کو نہ دیکھ سکنے کی وجہ سے حضورؐ کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا ۔ حضورؐ نے سردارانِ قریش کو دعوتِ اسلام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دینے کے خیال سے حضرت ابن مکتوم کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اس پر تادیبی آیات نازل ہوئیں۔

یہ تھا وہ معاشرہ جو اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کے اصول پر تعمیر ہوا تھا۔ اس اصول پر جب ایک اسٹیٹ وجود میں آیا تھا تو اس کے کارکن، اس کے جج، اس کے حاکم اور اس کے چپڑاسی تک بالکل مختلف نوعیت کے تھے۔ آج کا ایک جج بھی اپنے موجودہ اخلاق کے ساتھ اس اسلامی عدالت کا کلرک اور چپڑاسی بننے کا اہل نہیں ہو سکتا۔ اسلام جانی بوجھی ہوئی اچھائیوں اور نیکیوں کو معروف کا نام دے کر ان پر انسان کو اکساتا ہے اور جو لوگ اس مقصد کے لیے اٹھ کھڑے ہوں انہیں بھلے آدمی اور متقی قرار دیتا ہے۔ اور اسی طرح وہ جانی بوجھی ہوئی برائیوں کو منکر کا نام دے کر انسانوں کو ان سے روکتا ہے اور ان کا ارتکاب کرنے والوں کو بُرے لوگ اور فاسق و فاجر قرار دیتا ہے۔ یہی وہ میزانِ فضیلت ہے جو اسلام نے زمانے کے سینہ میں ہمیشہ کے لیے گاڑی ہے اور جسے اسی لیے تا قیامت قائم کر دیا گیا ہے تاکہ بنی نوع انسان اس میں اپنے آپ کو تول سکیں۔ اسی میں تول کر اپنے حاکموں اور نمائندوں کو مقرر کریں۔ اسی میں تول کر وہ کسی کو معزز قرار دیں اور کسی کو گرا ہوا سمجھیں۔

اسلام نے یہ اصول مقرر کر دیا کہ دنیا کے امن کے لیے اور فلاحِ انسانیت کے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ وہ لوگ آگے آئیں جو خدا سے ڈرنے والے اور آخرت میں جوابدہی کا پورا پورا احساس رکھنے والے ہوں جو نیک اور صالح ہوں۔ اور وہ لوگ پیچھے ہٹ کر رہیں۔ جنہوں نے اپنی ہوس کے سامنے فتنوں کے سارے دروازے کھول رکھے ہیں اور جن کے دماغوں کو شیطان نے اپنا گھونسلا بنا لیا ہو۔ اگر دنیا کو تباہی کی طرف جانے سے روکنا ہے اور اگر خدا کی زمین کو انسانی خون سے لالہ زار ہونے سے بچانا ہے۔ اگر مسلمانوں میں اپنے معروف کے علمبردار ہونے اور منکر کے ختم کرنے والے ہونے کا احساس باقی ہے اور خدا کے ہاں جوابدہی کا تصور بھی موجود ہے تو پھر ہمیشہ کرنے کا کام یہی ہے کہ وہ لوگ جو خدا کی مقرر کردہ اس میزانِ فضیلت کو قائم کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ وہ اس کے لیے سردھڑ کی بازی لگائیں۔ اور اس معیارِ فضیلت کو بالکل قائم کریں۔ جس دن یہ ہوگا اس زمین پر خدا کی مرضی اسی دن پوری ہوگی۔

حضورؐ نے اس معیار کے مطابق اپنے قائم کردہ معاشرے میں عزت و ذلت اور فضیلت و مسکنت کے پیمانے مقرر کیے تھے۔ اور اسی بدلے ہوئے معیار نے انسانیت کا معیار بدل ڈالا تھا اور لوگ معیارِ زندگی کی بجائے معیارِ انسانیت کو تلاش کرنے لگے تھے۔

© rasailojaraid.com